جرسِ اُلفت کے اسیر

فرحین اظفر

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

جرسِ الفت کے اسیر؟

فرحین اظفر

امی کے منہ سے دعاؤں کے پھول جھڑ رہے تھے۔ سامنے میز پر رکھی چائے کی پیالی سے اٹھتی بھاپ سے پرے ان کا سنجیدہ چہرہ ان دعاؤں کے ردِعمل میں مزید سنجیدہ ہو چلا تھا۔

رومیشہ نے جھکی، جھکی نظروں سے سامنے بیٹھے زین العابدین کو دیکھا اور سر بھی جھکا لیا۔ وہ زیادہ دیر بیٹھنے نہیں آیا تھا۔ پوری چائے بھی نہیں پی اور اٹھ گیا۔

''رباتم!'' دروازے سے نکلتے سے ذرا کی ذرا تھم کر اس نے مڑ کر اسے دیکھا۔

''شاپنگ کرنے چلو گی میرے ساتھ؟'' اس کی

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

بات کس قدر غیر متوقع تھی وہ خود بھی جانتا تھا، روبیشہ کے چہرے پر اڈتی حیرت سے قطع نظر وہ ہنوز سنجیدہ تھا۔

''آں...... امی سے پوچھ کے......''

فوری طور پر جواب بھی نہ سوجھا اور مزید گڑبڑاہٹ یمنیٰ کی بے وقت انٹری نے پیدا کردی۔ وہ عین سامنے رکشا سے اتری تھی۔ زین العابدین رکا نہیں۔ سلام کر کے سیدھا نکلتا چلا گیا۔

''کیوں آیا تھا یہ اب یہاں پر......؟'' یمنیٰ کا انداز جارحانہ سا تھا۔

''یمنیٰ!'' اس نے حیرت سے اپنی بڑی بہن کو دیکھا۔

''کارڈ دینے آئے تھے اپنی شادی کا۔'' بولتے ہوئے اس کا دل ایک لمحے کو رک سا گیا۔ یمنیٰ کے لب فوری طور پر بھنچ سے گئے۔ وہ تیزی سے امی کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

☆☆☆

لاؤنج سے کسی مہمان کے ہنسنے بولنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ سب سے نمایاں آواز بلاشبہ ہانیہ کی تھی۔

اس کے ماتھے پر ہلکی سی شکن نمودار ہوگئی۔ بے حد سنجیدہ شکل کے ساتھ اس نے لاؤنج میں قدم رکھ کر زوردار آواز میں سلام کیا۔ ملی جلی آوازوں میں جواب موصول ہوا۔

''امی بہت بھوک لگ رہی ہے۔ پلیز کھانا میرے کمرے میں بھجوادیں۔'' بنا کسی کی طرف دیکھے وہ سیدھا اندر بڑھ جانا چاہتا تھا۔

''ارے ایسے کیسے بھئی، رکو تو...... یہاں سب تمہارے انتظار میں بھوکے بیٹھے ہیں۔'' اس نے کوفت سے امی کا پیغام سنا۔

''کیوں، میں نے تو نہیں کہا تھا کہ میرا انتظار نہ کیا تو میں برا مان جاؤں گا۔'' لاؤنج کے کونے سے ابھرتی دبی، دبی ہنسی کی آواز نے اس کی بیزاری بڑھائی۔

''اچھا، اچھا...... زیادہ اتراؤ نہیں' جاؤ جا کے جلدی سے کپڑے بدل کے آؤ۔ تمہاری پسند کا ہری مرچ کا پلاؤ بنایا ہے۔'' امی نے پیار سے پچکارا مگر اپنی مرضی اور پسند کے کھانے کی خوش خبری بھی اس کا موڈ بحال نہ کرسکی۔

ڈائننگ ٹیبل پر حسب توقع صرف دو وجود اس کے منتظر تھے۔ ہانیہ اور اس کی اکلوتی چھوٹی بہن شاہ نور... برابر، برابر کی کرسیوں پر ایک دوسرے سے جڑی۔ پہلے کھسر پھسر بھی تھی......

''امی تو کہہ رہی تھیں کسی نے میرے انتظار میں کھانا نہیں کھایا۔'' اس سے کہے بغیر رہا نہیں گیا۔

''ہاں تو ٹھیک ہی کہہ رہی تھیں۔ صرف امی نے خود ہی کھایا ہے اور کسی نے تو بہت انتظار بھی کیا۔'' شاہ نور نے کسی پر خاص دباؤ ڈالا۔ اس کا دل چاہا اپنی ہی بہن کا گلا دبا دے۔

''امی سے کہہ دینا آئندہ کسی کو میرے لیے انتظار کی تکلیف نہ دیں۔'' اس کے سرد لہجے کی تلخی ہانیہ کے سامنے رکھی پلیٹ میں آن گری۔

☆☆☆

''امی! زین شاپنگ کا کہہ رہے ہیں۔'' اس نے موبائل لا کر جھکی نظروں سے امی کی طرف بڑھا دیا۔ پاس بیٹھی یمنیٰ جو رازداری سے امی سے جانے کون سی بات کررہی تھی تلملا کر پہلو بدل گئی۔

امی فون پر بات کرچکیں تو اس نے سیل فون واپس لیتے ہوئے ایک اچٹتی نگاہ یمنیٰ پر ڈالی۔ وہ شرربار نگاہوں سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ اسے لگا اس کا وجود بھسم ہوجائے گا۔

''اب کیا ضرورت ہے اسے، یہ چونچلے دکھانے کی۔'' اس سے بالآخر رہا نہیں گیا۔

''کوئی ضرورت کیوں نہیں۔ اس کی کون سی دس بہنیں ہیں۔ اور یہاں کون سا کوئی بھائی ہے جو......'' امی اپنی سادگی میں کہے جارہی تھیں۔

''افوہ امی، کس دنیا میں رہتی ہیں آپ۔ اچھی طرح جانتی ہیں آپ کہ زین کا جھکاؤ روبیشہ کی طرف کیوں تھا۔ وہ پسند کرتا تھا اسے۔ پھر اب یہ بہن بھائی کا رشتہ کہاں سے آگیا؟'' اس کے قدم دہلیز پر جم گئے۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

''تو شادی ہوئی تو نہیں ناں! بلکہ شادی تو دور کی بات.....رشتہ تک نہیں آیا اور.....'' وہ چپ چاپ بڑھ گئی۔

''تم اپنی بہن کو جانتی ہو وہ اس طرح کی باتوں میں کہاں ہے۔'' امی کی دور ہوتی آواز میں ماؤں والا مخصوص فخر تھا۔ نہ چاہتے ہوئے بھی اس کا دل انجانے ملال میں گھر گیا۔

ہے کہیں کوئی وکیلِ باکمال ایسا
میرا ہارا ہوا عشق جتا دے مجھ کو

☆☆☆

''آپ کو نہیں لگتا مجھے اس طرح شاپنگ پر لے جانا ٹھیک نہیں؟'' فرنٹ سیٹ پر براجمان بھاگتے دوڑتے مناظر پر نگاہیں ٹک نہیں رہی تھیں۔ جبھی اس کے منہ سے بے ساختہ نکل گیا۔

''کیوں، کسی نے کچھ کہا تمہیں؟'' زین کا چونکنا بڑا فطری سا تھا۔

''نہیں بس ایسے ہی..... پہلے ہی خاندان میں یہ بات پھیل چکی ہے کہ آپ.....'' وہ ایک دم جھجک کر چپ ہوگئی۔ پہاڑ جیسی بات میں رائی برابر سچ کا امکان تو بہر حال تھا۔

''ہاں تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ میرا ماضی میں اگر کوئی ارادہ تھا بھی تو اپنوں کی مہربانی سے پورا نہیں ہوسکا۔ لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ اب میں تم سے بات بھی نہیں کرسکتا۔''

''بات کرنا اور بات ہے اور اس طرح شاپنگ کے لیے.....'' اس نے دانستہ بات ادھوری چھوڑی۔

''کیوں، اس میں کیا برائی ہے؟''

''میرے اور آپ کے نزدیک نہ بھی ہو.....لیکن اور دوسرے لوگ تو.....''

''تم ان کی پروا کرتی ہو یا میری؟'' زین کا انداز سنجیدہ تھا۔

''آپ کی بھی کرتی ہوں۔''

''بھی سے مطلب؟''

''اُف.....!'' وہ زچ ہوگئی۔ ''آپ جانتے ہیں۔ میں کس بارے میں بات کررہی ہوں۔''

''میں صرف یہ جانتا ہوں کہ یہ بات تم سے کسی اور نے کی ہے اور تم مجبور ہو کر مجھ سے کہہ رہی ہو۔ نہ یہ بات تمہاری ہے۔ نہ الفاظ تمہارے ہیں۔'' اس کے دوٹوک لہجے کے آگے ٹھہرنا رومیشہ کے لیے ہمیشہ ہی مشکل ہوتا تھا۔

''جب پتا ہے تو مجھے تنگ کرنے کا مطلب۔'' چند لمحے اِدھر اُدھر دیکھنے کے بعد وہ تنگ ہی گئی۔ زین اسے دیکھ کر ہنسنے لگا۔

☆☆☆

شام کے سائے تھک کر اندھیروں میں مدغم ہو رہے تھے۔ شاہ نور کے کمرے سے آتی ہانیہ کی باتوں کی آواز سے ظاہر تھا کہ وہ ابھی تک یہیں ہے۔ اور اب رات ہوجانے کا مطلب بھی ظاہر تھا کہ اسے ڈراپ کرنے کی ذمے داری اسی کو نبھانی تھی۔

''اٹھ گئے تم بلال؟'' سوچ سمجھے ڈرامے کے ہر ایک پر، پرفارم کرنے کے لیے امی برآمد ہوئیں۔

''ظاہر ہے جبھی نظر آرہا ہوں۔'' بظاہر اس نے بہت آرام سے کہا تھا۔

وہ بڑے محظوظ انداز میں ہنسیں۔

''اچھا شام کی چائے تو تم نے پی ہی نہیں تھی۔ فریش ہوکر چائے پیو۔ پھر.....''

''میں کسی کو ڈراپ کرنے نہیں جاؤں گا۔'' اس نے دونوں ہاتھ اٹھا کر ان کی بات کاٹی اور دو قدم پیچھے ہٹا۔

''ارے ارے سنو تو..... وہ ہانیہ.....''

''نو امی..... پلیز نہیں، وہ کچھ سننے کے لیے تیار نہیں تھا۔ عین ممکن تھا کہ وہ قدم، قدم پیچھے سرکتا واپس کمرے میں بند ہوجاتا۔

''بابا گھر آچکے ہیں۔'' امی نے ممکنہ خطرے کو بھانپ کر فوری حد بندی کی۔ بلال کے ہاتھ بے جان انداز میں لٹک گئے۔ وہ ہتھیار ڈال ہی دیتا مگر شاہ نور کے کمرے سے نکلتی ہانیہ نے جس انداز میں اسے دیکھا تھا، اسے پتنگے لگ گئے۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

”امی، بابا سے کہہ دیجیے گا کہ میں کسی کا ڈرائیور نہیں ہوں۔“ اس نے فی الفور کمرے میں گھس کر دروازہ دے مارا۔ ہانیہ کے چہرے پر تیرتی مسکراہٹ ڈوب چکی تھی۔

☆☆☆

خواب بند آنکھوں سے دیکھے جائیں تو آنکھیں کھلتے ہی غائب ہو جاتے ہیں کبھی آنکھوں سے اور کبھی، کبھی دماغ سے بھی...... وہ خواب جو کھلی آنکھوں سے دیکھا گیا ہو۔ دن رات جسم و جاں کی تمام شدتیں صرف کرکے سینچا گیا ہو۔ خاموش تمناؤں کے پھولوں سے جس کی آرائش کی گئی ہو۔ جس کی تاباں جھلملاہٹ، حقیقت کی تیز روشنی کو چندھیا دے...... اس خواب کو کوئی کیسے توڑے، کیسے چھوڑے۔ جو جاگتی آنکھوں بقائمی ہوش و حواس کے ساتھ دیکھا جائے، وہ تو آنکھیں بند کرکے اور بھی واضح ہو جاتا ہے، نہ جان چھوڑتا ہے نہ دل سے نکلتا ہے۔ نہ دم توڑتا ہے۔

اس نے بے اختیار بریک لگائے۔ گاڑی جھٹکا کھا کر بیچ سڑک پر رکی تھی۔

سامنے سے گزرتا ایک کم سن گجرے بیچتا بچہ زد میں آنے سے بچ کر بھاگا اور فٹ پاتھ پر چڑھ گیا۔ اس کی مٹھی میں دبی ہموار، گول چکنی ڈنڈی میں قطار سے بجے دودھیا گجرے زین کی نگاہوں کا مرکز بن گئے اور دھیان کسی کی مرمریں کلائیوں میں جکڑا گیا۔

شہر کی مصروف شاہراہ پر بے ہنگم انداز میں بج اٹھنے والے بھونڈے، بے سُرے ہارن کی آوازوں نے اس کے حواس جگائے تو اس نے گاڑی فٹ پاتھ کے ساتھ ہی لگا دی۔

گجرے بیچتا بچہ چمکدار آنکھوں سے ہاتھ میں دبے سرخ نوٹ کو دیکھ رہا تھا۔ صرف دو کنگنوں کی اتنی قیمت آج سے پہلے کسی خریدار نے نہیں لگائی تھی۔ یہ اس کی صرف آج کی نہیں۔ پوری زندگی کی یادگار کمائی تھی۔ وہ دیر تک سیاہ رنگ کی اس لمبی سی گاڑی کو دیکھے گیا۔ جس کے ڈیش بورڈ پر تازہ موتیے کے کنگن پڑے تھے۔

گاڑی جانے پہچانے راستوں کی طرف مڑ چکی تھی۔ وہی خواب جو پچھلے کئی سال سے بڑی پابندی اور وقت اور موقع محل کی تمیز کے بغیر دیکھا گیا تھا۔ وہی خواب اس کا ہاتھ تھامے کشاں، کشاں اس مانوس دہلیز تک گھسیٹ لایا تھا۔

لاؤنج میں بالکل سامنے یمنیٰ بیٹھی ٹی وی دیکھ رہی تھی۔ زین کے گمان میں دور، دور تک یہ بات نہ تھی کہ وہ اس وقت یہاں موجود ہو سکتی ہے۔ ایک لمحہ ٹھٹک کر اس نے قدرے بلند آواز میں سلام کیا۔ بہر حال اندر تو وہ آ ہی چکا تھا اور روبیشہ اسے دیکھ بھی چکی تھی جو، کچن سے باہر نکلی تھی۔

”ارے آپ، اپنے مایوں کے دن بھی چین نہیں آپ کو۔“ زین نے ہمیشہ والی بے تکلفی کے ساتھ ہاتھ میں پکڑا شاپر فریز رکھول کر اندر رکھ دیا۔ ساتھ ہی ساتھ فریج سے پانی کی بوتل بھی نکال لی۔

”امی سو رہی ہیں۔ اب اٹھنے والی ہوں گی۔ فجر سے اٹھی ہوئی تھیں پھر نو بجے ہی آنکھ لگی۔“ اسے کانچ کا گلاس پکڑاتے ہوئے وہ کن انکھیوں سے بار، بار یمنیٰ کو دیکھ رہی تھی۔ جس نے سلام کے جواب میں مڑ کر ایک نظر تک اس پر نہیں ڈالی تھی۔

”چائے لاؤں آپ کے لیے یا ٹھنڈا......؟“ وہ بولتے، بولتے رک گئی۔ زین اس کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا۔

”تم روئی ہو رُبا......؟“ اس نے نرم لہجے میں استفسار کیا۔

وہ بولتے، بولتے رک گئی۔ وہنوز اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ یمنیٰ نے خاموشی پر مڑ کر انہیں دیکھا اور ساکت ہوگئی۔

چند خاموش لمحات محبت ان دونوں کی آنکھوں میں جھانکتے رہے۔ روبیشہ اس کے لب دیکھ رہی تھی۔ وہ اس کی آنکھیں اور یمنیٰ ان کی محویت پر متجمد تھی۔ پھر اس نے نگاہیں جھکالیں۔ نہ انکار کیا نہ اقرار مگر وہ

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

جواب لے چکا تھا۔

''اتنے انمول موتی یوں رولنے کے لیے نہیں ہیں رو بیشہ۔ انہیں کسی خوشی کے وقت کے لیے سنبھال کر رکھو۔'' وہ بولتے ہوئے صوفے سے ٹیک لگا گیا۔

''آئس کریم لایا ہوں، فریزر میں رکھی ہے۔''

اس کا انداز ہلکا پھلکا ہو چکا تھا۔

''اوہ، کیا ضرورت تھی۔ میں سمجھی آپ نے صرف پانی لیا ہے۔'' اس نے بھی خود کو بروقت سنبھالا۔

''صرف پانی ہی تو لیا ہے۔'' اس نے مسکراہٹ دبا کر گلاس تپائی پر رکھ دیا۔

''اور ضرورت کیوں نہیں تھی۔ میرا دل چاہا میں لے آیا۔ تمہیں کوئی اعتراض ہے؟'' آخر میں وہ کچھ جتا کر بولا۔ جانتا تھا یمنیٰ جو واپس ٹی وی کی طرف مڑ چکی ہے۔ ان ہی کو سن رہی ہے۔ بغور...... پورے دھیان سے۔

''نہیں بھئی، مجھے کیوں اعتراض ہوگا۔'' رو بیشہ ہلکے سے ہنس دی۔

''خیر تم کیا کوئی بھی اور...... کوئی اعتراض نہیں کر سکتا۔ نہ میرے یہاں آنے پر نہ کچھ لانے پر۔ یہ میرے چچا کا گھر ہے۔ جب جی کرے گا آؤں گا اور جو دل کرے گا لاؤں گا۔ اور یہیں بیٹھ کر کھاؤں گا۔'' یمنیٰ نے ریموٹ پٹخا اور اٹھ کر اندر کی طرف بڑھ گئی۔

''اور دشمنوں کا دل جلاؤں گا۔'' آخری جملہ اس نے دھیرے سے رو بیشہ کی طرف جھک کر کہا۔

نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی ہنسی نکل گئی۔ زین ایک لمحے کے لیے کھو سا گیا۔

''وہ میرے دشمن نہیں، میرے اپنے ہیں۔''

''اپنے ہیں مگر خیر خواہ نہیں تو کیا فائدہ۔''

رُبا جانتی تھی اسے امی یا یمنیٰ سے کوئی شکایت نہیں۔

''وہ نہیں تو کیا ہوا۔ اللہ تو ہے خیر خواہ۔'' رُبا نے مسکراتے ہوئے آنکھوں کی نمی صاف کی۔ زین گہری سانس بھر کر سنجیدگی سے سر جھکا گیا۔ چند لمحے خاموشی دونوں کے مغموم چہرے تکتی رہی۔ جہاں زیست کا سب سے انمول خزانہ چھن جانے کا پہاڑ جتنا بڑا دکھ رقم تھا۔

''چلتا ہوں، چچی کو سلام کہنا۔''

رُبا کچھ کہنا چاہتی تھی۔ جبھی اندر سے ایک نامانوس سی چیختی ہوئی آواز آئی۔

زین ایک دم چونک سا گیا۔

''طبیعت کیسی ہے اب اس کی؟''

''بہتر ہے۔'' رُبا سر جھکا کر رنجیدگی سے بولی۔

اس کے چہرے پر چھائے اداسی کے معمولی سے سائے بھی زین کو بے چین کرنے کے لیے کافی تھے۔

''آج کسی وقت یا کل اس کی دوائیں دے جاؤں گا۔'' اس نے بولتے ہوئے قدم بڑھائے۔

''فی الحال ضرورت نہیں، میں نے منگوالی تھیں۔''

وہ دروازے کے قریب پہنچ چکا تھا۔ یک دم پلٹا۔

''کیوں......؟'' اس کی آواز میں قدرے خفگی جھلک آئی۔

''سوری!'' رُبا جیسے اس کی رگ، رگ سے واقف تھی۔ ''میں نے سوچا شادی کی وجہ سے آپ مصروف ہوں گے تو......'' اس کی نگاہیں نیچی تھیں۔

''تم نے کبھی یہ نہیں سوچا کہ تمہارے لیے میں ہر مصروفیت کو پس پشت ڈال سکتا ہوں۔''

''میں جانتی ہوں۔ نہ سوچنے کی ضرورت ہے نہ آزمانے کی۔'' اس نے یونہی جھکی نگاہوں سے دھیرے سے بول کر دروازے کی چوکھٹ پر ہاتھ رکھا۔

نارسائی کے چند دکھ بھرے لمحوں نے بیچ میں کمند ڈالی۔ زین کی غلافی آنکھوں نے چپکے سے دہلیز پر سمٹی ہجر کی تپتی دوپہر کو دیکھا اور پیچھے مڑ گیا۔

''شام میں آنا ضرور...... میں انتظار کروں گا۔''

وہ اس کی پشت دیکھتی رہی۔ یہ تک نہیں کہہ سکی کہ اپنے مایوں کی رسم میں نکاح کے وقت، بجائے شریکِ حیات کے کسی اور کا انتظار چہ معنی...... وہ اس سے پوچھ بھی لیتی مگر ڈیش بورڈ پر مہکتے گجروں سے نگاہ ہٹا پائی تب، گاڑی نظروں سے اوجھل ہو گئی اور منظر اس کی نگاہوں میں نقش ہو گیا۔

☆☆☆

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ناشتے کی ٹیبل پر امی کے سوا کوئی نہ تھا۔ اس نے شدت سے یہ بات محسوس کی۔
''بابا کہاں ہیں امی؟''
''ابھی سو رہے ہیں۔'' وہ سنجیدہ سی تھیں۔
''خیریت، آفس نہیں جانا۔'' اس کے ہاتھ رک گئے۔
''جائیں گے، رات ذرا سر میں درد تھا تو......''
''تو مجھے بتایا نہیں آپ نے، میں رات کو ہی ڈاکٹر کے پاس لے جاتا۔''
''ارے نہیں۔'' امی بات کی سنجیدگی کو کم کرنے کے لیے ذرا سا مسکرائیں۔
''اتنا زیادہ نہیں تھا اور ویسے بھی تم تو مغرب کے بعد سے ہی کمرے میں بند تھے۔''
انہوں نے کچھ جتایا نہیں تھا۔ پھر بھی وہ خفیف سا ہو گیا۔
''تمہارے بابا کہہ رہے تھے۔ بلال کو ایسے... نہیں کرنا چاہیے تھا۔ وہ خود گئے تھے ہانیہ کو چھوڑنے۔ شاید وہیں سے واپسی پر انہیں درد شروع ہو گیا تھا۔ رات میں ڈرائیونگ آئی سائٹ پر افیکٹ کرتی ہے ناں۔'' ان کا لہجہ اب بھی سادہ تھا مگر وہ شرمندہ ہو گیا۔
''سوری امی! میں بابا سے ایکسکیوز کر لوں گا۔''
''اس کی ضرورت نہیں۔ وہ کوئی ناراض تھوڑی ہیں۔''
''پھر بھی......''
وہ اپنے ماں باپ کا اکلوتا مگر بے حد فرمانبردار بیٹا تھا۔ زندگی میں شاید ہی اس نے کسی معاملے میں ماں باپ کی خواہش پر اپنی مرضی کو ترجیح دی ہو۔
ریحان سعدی اور بیگم آمنہ ریحان اس معاملے میں اپنے آپ کو بہت خوش قسمت سمجھتے تھے۔ شاہ نور اور بلال ان کے دونوں ہی بچے بہت سعادت مند تھے۔ انہوں نے اپنی اولاد کی تربیت بہت دھیان اور احتیاط سے کی تھی۔ ان کی محنت اور دیکھ بھال کا ہی نتیجہ تھا کہ دونوں بچے خاندان میں ممتاز حیثیت سے جانے اور مانے جاتے تھے۔ تعلیم کے میدان میں بھی کسی سے کم نہیں تھے۔ شاہ نور میڈیکل کالج میں پڑھ رہی تھی۔ بلال سی اے کر رہا تھا اور فائنل سیمسٹر سے فارغ ہوا ہی چاہتا تھا۔

☆☆☆

روبیشہ مایوں کی تقریب میں نہیں جا سکی۔ صبغہ کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ آج ہی زین کے نکاح کی رسم بھی ادا ہونے والی تھی۔
صبغہ مسلسل ایک ہفتے سے کھانس رہی تھی۔ ساری دوائیں بدلتے موسم کی شدت کے آگے بے اثر ہو چکی تھیں۔ اس کا بہانہ رُبا کو وہاں جانے سے روکنے کے لیے کافی تھا۔ یمنیٰ جو صبح سے امی کے یہاں آ کر رکی ہوئی تھی۔ اس کا ارادہ سن کر بے اختیار ایک اطمینان بھری سانس خارج کر بیٹھی۔
روبیشہ نے اس کے اطمینان کو بہت محسوس کیا اور اس کی احتیاط پسند طبیعت کی بے عقلی پر دل ہی دل میں ہنس دی۔
آج زین ازدواجی زندگی میں قدم رکھنے والا تھا۔ اس کے بعد بھی، اس کی زندگی کسی اور کی امانت ہو جانے کے بعد بھی اگر یمنیٰ کو اس کی طرف سے کسی قسم کی خیانت کے خدشات لاحق تھے تو روبیشہ اس کی ذہنیت پر افسوس کے سوا اور کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ یمنیٰ جو بچپن سے زین کو جانتی تھی اور جو یہ بھی جانتی تھی کہ وہ وعدہ خلاف ہے نہ جھوٹا اور نہ خائن۔
بہت کم سنی میں اس نے کبھی خود سے اور روبیشہ سے اس کا خیال رکھنے کا وعدہ کیا تھا۔ اس وقت جب اس کی جڑواں بہن صبغہ اپنی کمزوری کی وجہ سے سیڑھیوں پر لڑکھڑائی تھی اور اسے بچانے کے چکر میں روبیشہ لڑھکتی ہوئی پہلی سیڑھی سے آخری قدمچے تک جا پہنچی تھی۔ اس وقت روبیشہ اور زین کے والد ایک ہی گھر میں رہائش پزیر تھے اور دادی حیات تھیں۔ تب انہوں نے ایک دھموکا زین کی کمر پر جڑ دیا تھا۔
''اور تو اتنا بڑا ہو کر بھی گھوڑوں کی طرح دیکھتا رہا۔ یہ نہیں کہ جلدی سے اٹھا لیتا کتنا خون بہہ گیا بچی کا۔''
''ارے اماں جی، اب اتنا بڑا بھی نہیں...... بچہ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
READING Section

ہی ہے۔'' بڑی امی کو شاید اسی دن سے رو بیشہ کا وجود کھٹکنے لگا تھا۔ جس دن سے زین کے دل میں اس کی کوئی خاص جگہ مقرر ہوئی تھی۔

''کون سا وہ جا کر اس کا بہنے والا خون روک لیتا۔'' سب کی فکروں سے بے نیاز ان کی بڑبڑاہٹ دیر تک جاری رہی۔

تب سے اب اور آج تک...... جبکہ رو بیشہ کے بجائے کوئی اور اس کی شریک حیات بننے جا رہی تھی۔ زین نے خود سے اور رو بیشہ سے کیا ہوا وعدہ نبھایا تھا۔ صرف یمنیٰ نہیں سارا گھر بلکہ سارا خاندان اس بات کا گواہ تھا۔ زین کی جان گویا رُبا میں بند تھی۔ اس کی خوشی، زین کی خوشی تھی اور اس کے آنسو، زین کی تکلیف۔ زندگی کے ہر موڑ پر، ہر گام پر، ہر جگہ زین نے کسی کانچ کی گڑیا کی طرح رو بیشہ کو سنبھالا تھا۔ کبھی کوئی غلط نگاہ اور بری نیت اس پر پڑنے نہیں دی تھی۔

از خود سب کے یہ فرض کر لینے کے باوجود، زین شادی کی عمر کو پہنچے گا تو یقیناً رو بیشہ کے سوا کوئی اس کا انتخاب نہ ہوگا۔ زین نے کبھی مستقبل کے حوالے سے رو بیشہ کو کوئی خواب نہیں دکھائے تھے، باقاعدہ پرپوز نہیں کیا۔ کبھی آئی لو یو نہیں کہا...... تو کیا اس سب کے بعد بھی کسی کے دل میں اب اس کے لیے کوئی غلط خیال آ سکتا تھا، اب...... جبکہ وہ زندگی بھر کے لیے کسی اور کا ہونے جا رہا تھا۔ اپنا برسوں پرانا خواب چھوڑ کر شاہراہِ حیات پر آگے بڑھ رہا تھا۔

''اور اگر کوئی اب بھی ان کے بارے میں غلط سوچے تو ایسی ذہنیت کا کوئی کیا علاج کرے۔ جس کے فتور کو پہاڑ بنانے کے لیے کسی رائی کے دانے کی ضرورت نہ تھی۔''

''تم آئی نہیں رُبا!...... کیوں؟''

حسبِ توقع رات گئے تقریب کے اختتام پزیر ہونے کے بعد زین کا پیغام اس کے نام آ چکا تھا۔ اس نے صبح ہونے کا انتظار نہیں کیا۔ اس سے کیا بھی نہیں جاتا۔ رو بیشہ نے اسکرین پر چمکتے الفاظ کو دیکھا۔ پھر نم

دنیا کے کسی بھی گوشے میں اور ملک بھر میں

گھر بیٹھے

رسالے حاصل کیجیے

جاسوسی ڈائجسٹ، سسپنس ڈائجسٹ

ماہنامہ پاکیزہ، ماہنامہ سرگزشت

باقاعدگی سے ہر ماہ حاصل کریں اپنے دروازے پر

ایک رسالے کے لیے 12 ماہ کا زرِ سالانہ
(بشمول رجسٹرڈ ڈاک خرچ)

پاکستان کے کسی بھی شہر یا گاؤں کے لیے 800 روپے

امریکا کینیڈا آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کے لیے 9,000 روپے

بقیہ ممالک کے لیے 8,000 روپے

آپ ایک وقت میں کئی سال کے لیے ایک سے زائد رسائل کے خریدار بن سکتے ہیں۔ رقم اسی حساب سے ارسال کریں۔ ہم فوراً آپ کے دیے ہوئے پتے پر رجسٹرڈ ڈاک سے رسائل بھیجنا شروع کر دیں گے۔

یہ آپ کی طرف سے اپنے پیاروں کے لیے بہترین تحفہ بھی ہو سکتا ہے

بیرونِ ملک سے قارئین صرف ویسٹرن یونین یا منی گرام کے ذریعے رقم ارسال کریں۔ کسی اور ذریعے سے رقم بھیجنے پر بھاری بینک فیس عائد ہوتی ہے۔ اس سے گریز فرمائیں۔

رابطہ: ثمر عباس (فون نمبر: 0301-2454188)

جاسوسی ڈائجسٹ پبلی کیشنز

63-C فیز II ایکسٹینشن ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی مین کورنگی روڈ، کراچی

فون: 021-35895313 فیکس: 021-35802551

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

آنکھوں کے ساتھ سیل آف کر کے تکیے کے نیچے دبا دیا۔ اس کی بلا سے وہ ساری رات جاگے۔ اب یہ سلسلہ ختم کرنا ہی تھا۔ خود وہ تکیے میں سر چھپائے جانے کب تک روتی رہی۔

☆☆☆

شادی کو ایک ہفتہ گزر چکا تھا۔

زین اپنی والدہ کے جذباتی دباؤ میں آ کر، ان کی دلائی ہوئی قسم کی تاب نہ لا کر اور جانے کون کون سی انیسویں صدی کی جذباتی دھمکیوں کے بوجھ تلے دب کر ان سے کیا گیا وعدہ نبھا کر سرخرو ہو چکا تھا۔ اس نے دل کی خواہش کا گلا گھونٹ کر ماں کی رضا پر سر تو جھکا دیا تھا...... لیکن دل ابھی پرانی راہوں سے اڑتی گرد میں کھو جانے کا خواہشمند تھا۔ بار، بار ہمک جاتا، قدم رک جاتے، دھیان بھٹک جاتا اور اس سے دھیمے لہجے میں بات کرتی منہل چونک جاتی۔

ایک ہفتہ بہت ہوتا ہے۔ کسی کی آنکھوں میں اترتی قوس، قزح کو ایک لمحے میں پہچان مل جاتی ہے۔ حسنِ نظر اور دیدۂ بینا شاید اسی کو کہتے ہوں گے۔ جو بدقسمتی سے منہل کے پاس تھی۔ اور اس نے زین العابدین کی بے چینیوں کا عنوان بہت جلد بھانپ لیا تھا۔ وہ سر سے پیر تک آراستہ، سولہ سنگار و سنہری رنگت اوڑھ کر زین العابدین کے پہلو سے لگی بیٹھی تھی۔ اور وہ ایک لمحے میں اس سے غافل ہو کر رُبا سے کہہ رہا تھا۔

''آج بھی آنے کی کیا ضرورت تھی۔'' اس کے لہجے اور انداز سے جھلکتی ایک مان بھری ناراضی کسی خاص دلی تعلق کی گہرائی ناپ رہی تھی۔ لیکن یہ دلی تعلق خاص ہونے کے ساتھ ساتھ، اتنا گہرا اور اٹوٹ ہو گا کہ دنیا زمانے کے کسی پیمانے کی حدِ پیمائش سے باہر ہو گا اس کا اندازہ اسے فوری طور پر اس وقت نہ ہو سکا جب زین نے خود ہی منہل کی جانب تھوڑا دب کر، اسے اپنے برابر میں بیٹھنے کی جگہ دی تھی اور زین کی چچی خود ہی منہل کے برابر میں آ کر اس کی بلائیں لے رہی تھیں۔ ان کے منہ سے کس تواتر سے پھول جھڑتے تھے۔ جیسے بھری شاخِ گل کو کسی نے زور، زور سے جڑ سے ہلا ڈالا ہو۔

''خدا خوش رکھے۔ دودھوں نہاؤ، پوتوں پھلو۔ اللہ رب العزت جیتا رکھے۔'' منہل مسحور ہو کر رہ گئی اور مسحور تو وہ بھی تھا...... اس کا شریکِ سفر۔ رُبا نے مرمریں کلائیوں میں نازک گجرے لپیٹ رکھے تھے۔ کپکپاتی انگلیاں ایک دوسرے میں پیوست تھیں۔ کسی بھی قسم کی چوڑی، مہندی، چھلے سے بے نیاز یہ موتیے کی نرملتا سے مہکتا زیور ہی ان کلائیوں کی سجاوٹ تھا...... یا پھر...... کسی کا پسندیدہ گہنا...... فرمائش...... لباس......

''اور اگر تم میرے دوسرے پہلو میں ہوتیں تو شاید...... یہ دنیا جہان کا سنگار اور زیبائش تمہارے وجود کی زینت بنتے۔''

احساسِ زیاں کا ناقابلِ شکست احساس اس کے اعصاب سے کسی اچھا دھاری ناگ کی طرح لپٹ کر رگڑ کھانے لگا۔ اور جب تک ان کے اعصاب اس رگڑ سے آزاد ہوئے، تب تک وہ اچھا دھاری ناگ اس کے دل و ذہن پر اپنی سخت، کھردری، بدرنگ پچھتاوؤں اور افسوس کی کینچلی چھوڑ کر جا چکا تھا۔

☆☆☆

''تم ابھی تک تیار نہیں ہوئیں؟'' وہ ڈریسنگ کے آئینے میں دیکھتی اپنے نم بالوں کو دھیرے، دھیرے سلجھا رہی تھی۔ مڑ کر اسے دیکھنے لگی۔

''ابھی سے...... ابھی تو بہت ٹائم ہے۔''

''ہاں وہ......'' وہ مصروف انداز میں اپنے شوز اٹھا کر صاف کرنے لگا۔

''چچی کے گھر چلنا ہے۔ شادی کے بعد ایک چکر بھی نہیں لگا سکے۔''

''لیکن ہمیں تو امی کے یہاں جانا تھا...... بتایا تو تھا۔'' وہ نرمی سے کہہ کر اس کی اگلی بات کا انتظار کرنے لگی۔

''وہیں سے چلے چلیں گے۔'' وہ کچھ لمحے اسے دیکھتی رہی۔

''ابھی تھوڑی دیر پہلے تک تو کوئی پروگرام نہیں

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

تھا۔ پھر اچانک......''

''رُبا کا فون آیا تھا۔ پائے بنائے ہیں اس نے۔'' وہ اب بھی مصروف تھا۔

''امی کے یہاں دعوت ہے۔'' منہل نے ہلکے سے جتا ہی دیا۔

''ہاں تو......؟'' وہ رک کر اس کا عکس دیکھنے لگا۔

وہ چپ رہی۔

''رُبا بہت مزے کے پائے بناتی ہے۔ کھائیں گے تھوڑی بلکہ لے آئیں گے۔'' اگلی بات اور بھی حیران کُن تھی۔

''آپ اس کے گھر پائے لینے جائیں گے؟''

''ہاں تو کیا ہوا...... تمہاری امی کے یہاں دعوت نہ ہوتی تو کھا بھی وہیں لیتے۔'' زین کے انداز سے ظاہر تھا کہ وہ جانے کے لیے دل سے آمادہ ہے، بخوشی رضا مند۔ منہل کے دل میں نہ چاہتے ہوئے بھی ناگواری کی لہر اُمڈ آئی۔

''واپسی میں لے لیں گے۔''

''دیر ہو جائے گی، وہ لوگ جلدی سو جاتے ہیں۔'' اسے ان کے معمولاتِ شب و روز از بر تھے۔

''جاتے وقت امی کے یہاں بھی تو......'' شادی نئی، نئی تھی۔ وہ بہت احتیاط سے ناپ تول کر بات کر رہی تھی۔

''تو کیا ہوا...... انہیں تو ہمارا انتظار کرنا ہی ہے۔'' وہ بے بسی سے ناخن کھرچنے لگی۔

''انتظار کرنا ہی ہے۔ اس کا کیا مطلب ہوا۔ جو خود سے بلائے، انتظار کرے۔ اسے خوار کر دو۔'' وہ صرف سوچ ہی سکی۔ ابھی کہنے کا موقع نہیں تھا۔

☆☆☆

رُبا سنجیدگی سے ٹفن بھر رہی تھی۔ وہ اب کئی سال پہلے والی غیر سنجیدہ، نادان بچی نہیں تھی، نہ صرف رویے بلکہ چہروں کے تاثرات بھی پڑھ سکتی تھی۔ چھپتا تو زین پہلے بھی نہیں تھا۔ اب بھی خوش دلی کا وہی عالم تھا۔ مگر منہل...... اس کے چہرے پر لکھی بیزاری کی تحریر شاید خود رُبا کے سوا کوئی نہیں دیکھ رہا تھا۔ (جو دیکھ سکتا تھا۔ اس نے نظر انداز کر رکھا تھا)

زین، صبغہ کے ہاتھ ہاتھوں میں لیے بیٹھا تھا۔ اس کے بخار کا زور کئی دن بعد ٹوٹا تھا۔ اور وہ اسے بتا رہا تھا کہ اب اسے کڑوی کسیلی دوائیں نہیں کھانی پڑیں گی۔ صبغہ خوش تھی۔ بار، بار اسے دیکھتی۔ کبھی منہل کو۔ امی کونے میں بیٹھی دھیرے، دھیرے مسکرا رہی تھیں۔

پورے منظر میں اگر کسی چہرے پر سنجیدگی تھی تو وہ رُبا کا چہرہ تھا۔ اور اگر کہیں کوفت تھی تو منہل کے چہرے پر۔

دل ہی دل میں بے انتہا اُلجھن محسوس کرتے ہوئے بالآخر اسے اٹھ کر اپنے کمرے میں آنا پڑا۔ وہ سامنے ہی تو تھا۔ دشمنِ جاں...... سکونِ دل۔

''زین!'' اس کی آواز سرگوشی سے زیادہ بلند نہ تھی۔ اس نے یک دم چونک کر اسے دیکھا۔

''کیوں آئے ہیں آپ، یہاں اس وقت؟''

''کیا مطلب؟'' اس نے فی الفور صبغہ کے ہاتھ چھوڑ دیے۔

''منہل کا موڈ آف ہو رہا ہے۔ جائیں...... جلدی سے چائے پی کر سسرال سدھاریں۔'' زین اس اثنا میں اٹھ کر اس کے نزدیک آ چکا تھا۔

''اس نے کوئی بات کی ہے؟''

اس کے چہرے پر غصہ نہیں تھا مگر رُبا اچانک بے طرح گھبرا سی گئی۔ صورتِ حال بے وجہ سنجیدہ بھی ہو سکتی تھی۔

''نہیں...... نہیں، خدا نخواستہ وہ کیوں کچھ کہتی...... نئی دلہن ہے۔ بس آپ جائیں۔'' وہ دھیرے سے بولی ذرا ترچھی ہو کر اس کے برابر میں آئی اور پشت سے ہلکا سا دروازے کی طرف دھکیلا۔ پھر دروازے پر نظر پڑی تو دھک سے رہ گئی۔

دروازے میں منہل جانے کب آ کر کھڑی ہوئی تھی۔ اس وقت تو واپس پلٹ رہی تھی۔ زین نے کوئی اہمیت نہیں دی۔ لیکن اس نے اسی لمحے سے اس حادثاتی اتفاق کے اختیاری نتیجے کے انجام کا انتظار شروع

READING Section

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

کر دیا۔ جو یقیناً خوشگوار نہیں ہونا تھا۔

☆☆☆

سیل فون اس کی مٹھی میں تھا اور نظریں کسی نادیدہ نکتے پر جامد۔ کتنی دیر گزری تھی اس انداز میں بیٹھے، بیٹھے جب امی نے آکر اسے چونکایا تھا۔

''امی بلال کا رزلٹ آگیا ہے۔ اس نے سی اے کمپلیکٹ کرلیا ہے۔'' گہری سانس بھرتے لہجے میں خوشی کے بجائے سنجیدگی غالب تھی۔

''اچھا، یہ تو بہت خوشی کی خبر ہے۔'' وہ بولتے ہوئے آگے آئیں۔

''تمہیں خوشی نہیں ہوئی؟''

''بلال نے آنٹی کو کوئی بھی فنکشن کرنے سے منع کر دیا ہے۔'' صالحہ کو اس کی سنجیدگی کی وجہ سمجھ آگئی۔

''اچھا لیکن آپا تو بہت عرصے سے کہہ رہی تھیں کہ بلال کا رزلٹ آتے ہی وہ گھر پر اس خوشی میں دعوت کریں گی اور اس وقت تو بلال بھی کچھ نہیں کہتا تھا۔ پھر اب؟'' ہانیہ نے ایک نظر انہیں دیکھ کر سیل بے دلی سے ایک طرف ڈال دیا۔

''وہ اس فنکشن کے لیے بہت ایکسائٹڈ تھیں۔ آپ بھول رہی ہیں۔ انہوں نے کہا تھا وہ اس فنکشن میں میری اور بلال کی انگیجمنٹ کر دیں گی۔''

صالحہ نے بے حد چونک کر بیٹی کا چہرہ کھوجا۔ وہاں صرف سنجیدگی نہیں دکھ کے گہرے سائے بھی تھے۔ انہیں تشویش نے آگھیرا۔

''آج ہی آپا سے بات کروں گی۔'' وہ چپ چاپ دل میں ارادہ کرکے اٹھ گئیں۔ ہانیہ نے کچھ دیر وہیں بیٹھ کر یہ اطمینان کیا۔ وہ اس کے کمرے کی دہلیز سے دور جا چکی ہیں۔ پھر دروازہ بند کرکے حلق میں پھنستے نمکین گولے کو آنکھوں کے ذریعے باہر کا راستہ دکھا دیا۔

☆☆☆

رات کا جانے کون سا پہر تھا جب تکیے کے نیچے غیر معمولی جھنجناہٹ نے اسے گہری نیند سے جگا دیا تھا۔

اور اس نے بنا دیکھے ہی کال ریسیو کرلی تھی۔

دوسری جانب خاموشی تھی۔ اس نے اچنبھے سے موبائل کان سے ہٹایا اور مندی مندی آنکھوں سے نمبر دیکھا۔

''زین! کیا ہوا...... آپ ٹھیک ہیں ناں؟'' اس کے حواس بے اختیار بیدار ہوئے تھے۔

''میں ٹھیک ہوں، تم کیسی ہو؟''

''اس وقت فون کیوں کیا؟''

''یہی پوچھنے کے لیے کہ تم کیسی ہو؟''

''چچ......!'' وہ جھنجلا سی گئی۔ ''منہل کہاں ہے!''

''اپنی امی کے گھر گئی ہے۔''

''اوہ، اچھا!'' چند لمحے خاموشی رہی۔ ''آپ کو اس وقت مجھے فون نہیں کرنا چاہیے تھا۔'' چند لمحے خاموشی رہی۔

''جانتا ہوں مگر تم اس دن اس قدر تھکی، تھکی سی لگ رہی تھی اور تمہاری خیریت پوچھے بغیر...... تم سے بات کیے بنا میں آگیا اور ابھی تک ڈسٹرب ہوں۔'' رومیشہ چپ کی چپ رہ گئی۔

''ایک وعدہ کریں زین مجھ سے آپ۔'' بہت ساری باتیں اس کے دھیان میں گڈمڈ تھیں۔ پوری گتھی بنا سلجھائے ایک جانب کرکے وہ سکون سے کہہ رہی تھی۔

''کیسا وعدہ؟''

''آئندہ کبھی رات کے اس پہر یا مغرب کے بعد بھی مجھے فون نہیں کریں گے آپ اوکے!''

وہی مان۔ بات منوا لینے والی حسیات اور دل کی بات بنا کہے جانے لینے والا تفاخر اس کے سامنے سینہ تانے کھڑا تھا۔

''اوکے۔'' اسے اور کہنا بھی کیا تھا۔

''اور میں بالکل ٹھیک ہوں۔ پچھلے دنوں صبغہ کی وجہ سے کئی راتوں تک نیند پوری نہیں ہوئی اس لیے آنکھوں کے نیچے حلقے پڑ گئے ہیں۔''

وہ اب بھی خاموش تھا۔

''ہو گئی تسلی میں بالکل پراپر ڈائٹ لیتی ہوں۔ پابندی سے ناشتا کرتی ہوں اور کھانا بالکل نہیں

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

چھوڑتی۔‘‘ وہ بات کرتے، کرتے رکی۔
’’منہل اور آپ کے درمیان کوئی مس انڈراسٹینڈنگ ہوئی ہے؟‘‘
کوئی اور یہ گفتگو سن لیتا تو اندازوں کی درستگی پر یقیناً حیران رہ جاتا۔ مگر دوسری طرف زین تھا اور وہ عادی تھا۔
اس کا دھیان رکھنے کا عادی...... اس کے لیے فکر مند رہنے کا عادی...... اس کے خیال کا عادی۔ حتیٰ کہ خود اس کا عادی۔
اور یہاں وہ خود تھی۔ اس کی رگ، رگ سے واقف۔ جانتی تھی وہ خود تو ٹوٹ سکتا ہے مگر یہ وعدہ نہیں توڑ سکتا۔ اس سے پہلے اس نے زندگی میں ایک ہی بار اس سے وعدہ لیا تھا۔
’’میں آج کالج سے گھر آؤں گی۔ تائی امی کی طبیعت پوچھنے کے لیے۔‘‘
’’اوکے، کچھ کھانا ہے تو بتاؤ میں باہر سے لیتا آؤں گا۔‘‘
’’کچھ نہیں۔‘‘ وہ ہنس دی۔ ’’بس میرا انتظار کیجیے گا کھانا ساتھ کھائیں گے۔‘‘
’’جلدی آنا مجھ سے بھوک برداشت نہیں ہوتی۔‘‘
’’پھر تو آپ کو وعدہ کرنا پڑے گا کہ جب تک میں نہ آؤں آپ کھانا نہیں کھائیں گے۔‘‘
’’اوکے۔‘‘ وہ فوراً مان گیا تھا۔
اس دن وہ کالج سے تائی امی کی طرف نہیں جا سکی تھی۔ اسے صبغہ کی طبیعت بگڑنے کی خبر مل گئی تھی۔ اسے کالج سے سیدھے گھر جانا پڑا۔ اور وہاں سے امی کے ساتھ صبغہ کو لے کر ڈاکٹر کے پاس شام کے پژمردہ سائے مغرب کی گود میں چھپ رہے تھے۔ جب گھر واپسی ہوئی تو اس کے ذہن میں دور، دور تک زین سے ہوئی گفتگو اور اس کے وعدے کا نام و نشان تک نہ تھا۔
’’رُبا تم گھر کیوں نہیں آئیں۔‘‘ عشا کے وقت زین کا فون آیا۔
’’ہاں، میرے ذہن سے ہی نکل گیا۔‘‘ اس نے مختصراً صبغہ کی طبیعت کا بتایا۔
’’تو تم نہیں آ رہیں۔‘‘
’’ظاہر ہے اب اس وقت کیسے؟‘‘
’’تو پھر میں آجاؤں وہاں۔‘‘
’’کیوں بھئی۔‘‘ وہ اس عجیب فرمائش پر حیران ہو گئی۔
’’رُبا مجھے بھوک لگ رہی ہے۔ میں نے صبح سے کچھ نہیں کھایا۔‘‘ اس کی آواز میں بیچارگی سی تھی۔
’’لیکن کیوں......؟‘‘ اس کی آواز کسی چیخ سے مشابہ تھی۔
’’تم سے وعدہ کیا تھا، تمہارے بغیر کیسے کھا لیتا۔‘‘
اور اس دن روبیشہ کو لگا وہ آئندہ زین سے کبھی کوئی وعدہ نہیں لے سکے گی۔ حالانکہ اس نے تو وعدہ وفا کیا تھا۔ لیکن اس کی اسی وفا نے روبیشہ کو خوفزدہ کر دیا تھا۔ اور آج پھر وہ اس سے ایک وعدہ لے بیٹھی تھی۔ ایک ایسا وعدہ جسے نبھانا، زین کے لیے آسان نہ تھا۔ وہ اچھی طرح جانتی تھی۔
وہ فون بند کرتے ہوئے رو رہی تھی۔ اس رشتے کے لیے جو اٹوٹ تھا۔ مگر ان دیکھا تھا جو بے نام تو تھا مگر بے حقیقت نہیں۔

☆☆☆

کمرے کی فضا بے حد بوجھل اور سنجیدہ تھی۔ ابھی چند دن پہلے تو اس کا رزلٹ آیا تھا۔ اور امی جو بات کر رہی تھیں۔ اس کے لیے وہ ذہنی طور پر ابھی تو کیا کبھی تیار نہیں تھا۔
وہ کافی دیر تک اسے ٹٹولتی نظروں سے دیکھتی رہیں۔ انہیں یقین نہیں آ رہا تھا کہ ابھی انہوں نے جو بات سنی ہے وہ ان کے اپنے بیٹے نے کی ہے۔ وہ اس سے صرف یہ پوچھنا چاہ رہی تھیں کہ وہ اس کی کامیابی کو جس طریقے سے منانا چاہتی تھیں بلال نے اس سے انکار کیوں کر دیا تھا۔ وہ مستقل انہیں ٹال رہا تھا کئی دن سے۔ اور آج ان کی سوچ بدل چکی تھی۔ اب وہ سوچ رہی تھیں وہ اس سے بات نہ ہی کرتیں تو بہتر تھا۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"مجھے یقین نہیں آرہا کہ یہ تم کہہ رہے ہو...... بلکہ مجھے تو سمجھ ہی نہیں آرہا کہ تم کہہ کیا رہے ہو۔"

بلال جانتا تھا اس کی بات والدین کے لیے صرف غیر متوقع نہیں بلکہ بہت دکھ کا باعث بھی ہوگی۔ لیکن وہ اس معاملے میں خود کو بالکل بے بس پاتا تھا۔

"آپ کی سمجھ میں تب آئے گا جب آپ سمجھنا چاہیں گی۔"

"یہ کیا بات ہوئی...... بات تو تم نہیں سمجھ رہے، ایسا لگ رہا ہے جو دل چاہا منہ اٹھا کر بول دیا۔"

"امی!" بلال نے کچھ کہنا چاہا۔

"اور نہیں تو کیا تمہیں کچھ ہوش بھی ہے کیا بکواس کر رہے ہو؟" وہ ایک دم ہی غصے میں آگئیں۔ بلال دنگ رہ گیا۔ انہوں نے کبھی اس طرح چیخ کر بات نہیں کی تھی۔

"امی پلیز آرام سے بات کریں۔"

"آرام سے بات کروں۔ تمہیں اندازہ ہے کتنے بڑے طوفان کو دعوت دے رہے ہو اور اوپر سے مجھ سے کہتے ہو آرام سے بات کروں۔"

"میں نے کس طوفان کو دعوت دی ہے امی؟"

"یہ طوفان کو دعوت دینا نہیں تو اور کیا ہے۔ اپنی بہن کی لڑکی چھوڑ کر میں اس کی سوکن سے رشتہ کرلوں۔ وہ بھی اس صورت میں جبکہ اپنی بہن کو مجھے بیٹی دینی بھی ہے۔"

وہ لب بھینچے بیٹھا تھا۔

"غضب خدا کا...... ایک لمحے کے لیے باقی زندگیوں کے بارے میں سوچ لیا ہوتا تو یہ بات منہ سے ہی نہ نکالتے تم۔"

"شاہ نور اور دانیال کی بات الگ ہے۔ لیکن میں نے کبھی ہانیہ کو اس نگاہ سے نہیں دیکھا۔"

"تو کیا اس میں بھی میرا قصور ہے۔" وہ اور غضب ناک ہوئیں۔

"کتنے سالوں سے تو پتا تھا تمہیں کہ وہ تمہاری بیوی بنے گی۔ پھر کیوں نہیں دیکھا اسے اس نظر سے۔"

بلال نے خود کو سخت مشکل میں محسوس کیا۔ بات وقت سے بہت پہلے شروع ہو چکی تھی۔ لیکن یقیناً وقت سے پہلے تو کیا، وقت پر بھی ختم ہونے والی نہ تھی۔

"اور وہ جس نے تمہارے علاوہ کسی اور کی طرف کبھی دیکھا ہی نہیں...... وہ کیا کرے۔"

"آپ کو اس کا کتنا خیال ہے اور میں......؟ میرا کوئی خیال نہیں۔"

"کیوں نہیں، تمہارے بارے میں میرا صرف یہ خیال ہے کہ تم پاگل ہو چکے ہو اور کچھ نہیں۔" انہوں نے قطعی انداز میں ہاتھ اٹھا کر بات ختم کردی اور کمرے سے فوراً باہر نکل گئیں۔

آج انہیں اپنے بیٹے پر اس قدر غصہ آیا تھا۔ جتنا پوری زندگی میں کبھی نہیں آیا ہوگا۔ جبھی اپنے شوہر ریحان سعدی کو ساری بات بتاتے ہوئے وہ اختیار ہو کر سسکنے لگیں۔

"میں نے کبھی نہیں سوچا تھا زندگی میں کہ بلال اس طرح کی بات کر سکتا ہے۔" ریحان صاحب خود اتنے شاکڈ ہوئے ان کی بات سن کر کہ بجائے انہیں تسلی دینے کے خود سوچ میں پڑ گئے۔

"اگر یہی ضد رہی تو میں اپنی بہن کو کیا منہ دکھاؤں گی۔" ان کا گلا رندھ گیا۔

"اوفوہ، تم اتنی جلدی کیوں حوصلہ ہارنے لگیں بھئی۔ بچہ ہے بلال سمجھ جائے گا۔ تم اب آئندہ ایسے غصہ مت کرنا ورنہ بات بگڑ بھی سکتی ہے۔"

خود اندر ہی اندر فکر مند ہو جانے کے باوجود اس وقت انہوں نے کمالِ اطمینان کا مظاہرہ کیا تھا۔

☆☆☆

بہت سال پہلے جب صداقت صاحب کے گھر میں روبیشہ نے اپنی ہم شکل اور ہم عمر بہن کے ساتھ دنیا میں آنکھ کھولی تو وہ اپنے ماں باپ کے لیے اپنے ساتھ زندگی بھر کے دکھ لے کر آئی تھی۔ ننھی پری کو اس بات کا علم نہ تھا کہ اس سے جڑے دوسرے وجود کی محرومیوں نے ماں، باپ کے دلوں پر کیسی قیامت ڈھائی ہے۔ صبغہ کی آنکھوں میں نقص تھا۔ وہ دماغی طور پر اپنے

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ساتھ کے بچوں سے پیچھے تھی۔ ستم بالائے ستم اس کی ایک ٹانگ بھی تقریباً بیکار ہی تھی۔

روبیشہ کے صحت مند جسم اور صحت مند دماغ کی ساری خوشی صبغہ کی کمزوری نے ڈھانپ لی اور ہر ایک خوشی پر اس کے ادھورے پن کا غم غالب آگیا۔ پھر بساط بھر علاج ناامیدی کے سائے میں کروایا بھی گیا لیکن بے سود۔ صداقت صاحب کو اولادِ نرینہ کی بے انتہا خواہش تھی۔ لیکن جڑواں بیٹیوں کی پیدائش اور اس کے بعد ان میں سے ایک کو اس قدر غیر متوازن دیکھ کر ان کا دل بے انتہا ڈر گیا۔ اور انہوں نے سوچا۔

''میں کفرانِ نعمت کا مرتکب ہوا ہوں۔ اللہ کی رحمت کا شکرادا کرنے کے بجائے شاید میں بیٹا نہ ہونے پر مایوس ہو چلا تھا۔ جبھی میرے رب نے مجھے نامکمل اولاد دے کر میری آنکھیں کھول دی ہیں۔ بیٹا یا بیٹی ہونا اتنا ضروری نہیں۔ جتنا اولاد کا صحت مند ہونا۔''

انہوں نے اپنی خواہش دل میں دبا کر صبر کرلیا۔

پھر خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ امینہ بیگم، روبیشہ کے بعد بھی دوبار امید سے ہوئیں اور دونوں بار انہوں نے صحت مند بیٹوں کو جنم دیا۔ لیکن شومئی قسمت کہ دونوں میں سے کوئی بھی چند گھنٹوں سے زیادہ نہ جی سکا۔ صداقت علی کو پے در پے دو بیٹوں کی نارمل پیدائش اور فوراً بعد اموات کے صدمے نے نڈھال کر دیا۔ وہ جو صبر کی تلقین خود کو اور سب گھر والوں کو کر کے بیٹھے تھے۔ ایک دم بے صبرے سے ہوگئے۔ اور سب گھر والوں سے چھپ کر محض اولادِ نرینہ کی خواہش میں دوسری شادی رچالی۔

شادی کو دوسرا سال لگا ہی تھا کہ اللہ نے ایک خوب صورت بیٹے سے نواز دیا۔ اور وہ تمام دنیاداری بالائے طاق رکھ کر اپنی خوشی میں سب کو شریک کرنے دوسری بیگم اور بیٹے کے ساتھ چلے آئے۔ یہ بھول کر کہ ان کی خوشیاں کسی کے لیے اندوہ ناک بھی ہو سکتی ہیں۔

امینہ بیگم پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ اس وقت تک زین العابدین کے ماں باپ الگ گھر میں شفٹ ہو چکے تھے۔

امینہ بیگم اپنی ساس کے ساتھ اسی گھر میں رہتی تھیں۔ امینہ بیگم نے بوجھل دل کے ساتھ خود کو کمرے میں بند کرلیا۔

لیکن ان کی ساس تو صداقت علی کی ماں تھیں کب تک پوتے کو نظر انداز کرتیں۔ صداقت علی کی طرح وہ بھی دو بچوں کی موت کا صدمہ دل پر لے کر بیٹھی تھیں۔ سو دل کا نرم پڑنا تو فطری تھا...... بعد میں صداقت علی نے امینہ بیگم سے معافی بھی مانگی۔ لیکن وہ اپنی سوکن کو دل میں جگہ دے سکیں نہ گھر میں۔ صداقت علی کے لیے یہی بہت تھا کہ امینہ نے اس شادی کو دل سے قبول کرلیا تھا اور اسے قبول کرنا بھی امینہ کی مجبوری تھی۔ نہ کرتیں تو کون سا صداقت علی نے پروا کرنی تھی۔

جو ہونا تھا ہو چکا کے مصداق دن اپنی ڈگر پر چل نکلے۔ صداقت صاحب کی نئی بیگم صالحہ، تائی امی کی دور کی کزن تھیں۔ دیورانی، جیٹھانی کے تعلقات میں ہونے والے معمولی فطری کھنچاؤ کو اس بہانے سے خوب ہوا ملی۔ امینہ بیگم کو بھی بیٹوں کی پیدائش کے فوراً بعد بغیر کسی وجہ کے موت کے منہ میں چلے جانے کا صدمہ تھا۔ بلکہ ان کا دکھ تو سب سے بڑھ کر تھا۔ انہیں اولادِ نرینہ تو ملی نہیں، دنیا میں جو واحد سہارا تھا وہ بھی ساتھ چھوڑ گیا۔ شوہر کی طرف سے لگایا گیا ذہنی دھچکا کم نہ تھا۔ وہ ذہنی طور پر اس قدر مضطرب ہوگئیں کہ نہ گھر کی ٹھیک طرح دیکھ بھال کر پائیں نہ بچوں کی۔ جبکہ صبغہ تو ہر وقت خاص توجہ کی متقاضی تھی۔

صداقت علی کے دل میں ان کا مقام پہلے ہی گر چکا تھا۔ بیٹے کی پیدائش کے بعد وہ بالکل ہی دوسری بیوی کے ہوگئے۔ ایک ماں کے دم سے تعلق بحال تھا۔ اِدھر ان کی آنکھیں بند ہوئیں اُدھر صداقت صاحب کی آمدورفت بھی بالکل بند ہوگئی۔ وہ اس گھر کا راستہ ہی بھول گئے۔ جہاں صحیح معنوں میں ان کی ضرورت تھی۔ سوائے پہلی تاریخ کو ماہانہ خرچہ بھیجنے کے انہوں نے کبھی بیوی بچیوں کی خبر گیری نہ کی۔ سوائے بڑی بیٹی یمنیٰ کی شادی کے وقت مالی امداد کے وہ دونوں بیویوں میں کبھی انصاف نہ کر سکے۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

گزرتے وقت نے جہاں ہر زخم داب دیا۔ وہیں امینہ بیگم کی زندگی بھی ایک نئے ڈھب سے گزرنے لگی۔ انہوں نے معصوم بچیوں کی تعلیم وتربیت میں خود کو اس طرح گم کرلیا کہ سرے سے بھلا ہی بیٹھیں کہ وہ سہاگن ہیں یا صداقت علی نامی کسی شخص سے ان کی شادی بھی ہوئی تھی۔ امینہ بیگم کو بھی جلد ہی اس بات کا احساس ہوگیا تھا کہ دنیا میں ان بچیوں کا ان کے سوا اور ان کا ان بچیوں کے سوا کوئی نہیں انہوں نے خود کو بھی سنبھالا اور اپنی اولاد کا بھی سہارا بن گئیں۔

بیٹے کے بعد صداقت علی کو اللہ نے بیٹی سے بھی نوازا۔ ان کی زندگی ان کا خاندان ہر لحاظ سے مکمل ہو چکا تھا۔ ان کی بڑی سالی جنہوں نے ان کی دوسری شادی کروانے میں بہت ساتھ دیا تھا۔ دو بچوں دانیال اور ہانیہ کی ماں تھیں۔ صداقت علی ان کے دونوں بچوں سے اپنے دونوں بچوں کو منسوب کرکے مطمئن ہو بیٹھے۔

بلال ان چاروں میں سب سے بڑا تھا۔ جبکہ دانیال اور شاہ نور کے درمیان عمروں کا فرق بہت کم تھا۔ دونوں میں ذہنی ہم آہنگی بھی بہت تھی۔ جبکہ ہانیہ ان تینوں سے چھوٹی اور کچھ بے پروا قسم کی لڑکی تھی۔

☆☆☆

موسم ابر آلود تھا۔ عین ممکن تھا کہ اگر بارش ہو جاتی تو سردی کی شدید لہر اپنی لپیٹ میں لے لیتی۔ خشک ہوائیں اور سوکھے پتے دن بھر گھاس کے چھوٹے سے قطعے پر بار بار بکھرتے رہتے۔

اپنے کمرے کی بڑی ساری گلاس ونڈو کے پردے سرکا کر اس نے باہر دیکھا۔ ہلکی بوندا باندی شروع ہو چکی تھی۔ ایک نظر اس موسم پر اور دوسری بستر پر نیم دراز اپنے مجازی خدا پر ڈالی۔

''موسم بہت اچھا ہو رہا ہے۔ ڈرائیو پر چلیں۔''

اسے ایک فیصد بھی یقین نہیں تھا کہ وہ اس کی بات مان لے گا۔ جبھی اسے اٹھتے دیکھ کر اپنی ساس کو بتانے بھاگی۔

ہوش والوں کو خبر کیا

بے خودی کیا چیز ہے

دھیمے سُروں میں بجتی موسیقی، ہلکی کن من اور قدرے زیادہ خنکی۔ گاڑی کے اندر مہکتا قرب اور دھیمی سی حدت۔ سب ہی کچھ سامنے والے پر اپنا سب کچھ نچھاور کرنے کے لیے ایک مکمل منظر پیش کررہا تھا۔ اس نے بے حد محبت سے زین کی سنجیدگی کو دیکھا۔

''کیا سوچ رہے ہیں!'' دل اویں میں شوخ ہوا۔

''کچھ نہیں۔ کچھ کھاؤ گی۔'' شاید اسے بھی ''آداب آؤٹنگ'' یاد آگئے۔ وہ اسے ایک مشہور ڈھابے پر لے آیا تھا۔ بھوک تو تھی نہیں اور گاڑی سے نکلنے کا بھی دل نہ چاہا۔ گاڑی کے اندر ہی بھاپ اڑاتی چائے اور گرما گرم پکوڑوں سے مزاج کی خوشگواریت سوا ہوگئی۔ وہ اسے دیر تک اپنے کالج کے قصے سناتی رہی۔ زین دھیرے، دھیرے مسکراتا رہا۔

''آپ بھی تو کوئی بات کریں۔ اپنے فرینڈز کی یا کالج لائف کی۔'' اسے یا آخر خیال آگیا کہ وہ خود ہی بہت دیر سے بولے جارہی تھی۔

''میرا کوئی اتنا قریبی دوست نہیں تھا۔'' وہ یونہی بول پڑا۔

''واقعی کوئی بھی نہیں۔'' اس نے حیرت سے آنکھیں پھیلائیں۔

''نہیں، میری روبیشہ کے سوا کسی سے بھی دوستی نہیں ہوسکی بس وہ ہی تھی۔'' وہ سادگی سے بتا کر چائے کا سپ لینے لگا۔ یہ دیکھے بنا کہ اس کی سادگی نے کسی کے دل پر کیسی قیامت ڈھائی تھی۔

''دوستی ہو نہیں سکی یا اس نے کرنے نہیں دی۔'' اس نے حتی الامکان لہجے کو سرسری ہی رکھا تھا۔ مگر پھر بھی زین چونک سا گیا۔

''ہاں کہہ سکتی ہو۔ اس نے کوئی شعوری کوشش نہ بھی کی ہو تب بھی اس کی موجودگی میں مجھے......''

''تو آپ نے اس سے شادی کا نہیں سوچا؟'' چائے کی ساری تلخی یکلخت اس کے لہجے اور آواز کو چھوڑ کر باقی ہر چیز میں اُمڈ آئی۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

''سوچا تھا۔'' اس کا اطمینان قابلِ دید تھا۔ وہ جانتا تھا اس کا یہ سکون کسی کا سکون غارت کر رہا ہے پھر بھی......

''پھر؟'' منہل کو لگا اس کے اردگرد کا سارا منظر پت جھڑ میں اڑتے سرخ بگولوں میں بدل گیا ہے اور ان بگولوں کے بیچ کہیں ایک صدا چکراتی پھر رہی ہے۔

''پھر؟''

''پھر...... پھر......''

''پھر خیال آیا کہ دوست، دوست ہوتا ہے اور بیوی، بیوی۔ دونوں رشتے اپنی جگہ پر رہیں تو بہتر ہے۔''

خدا جانے اس نے بات سنبھالی یا پلٹ دی۔ منہل کو تو لگا کہ سننے میں مغالطہ ہوا ہے وہ جگہ کی جگہ لفظ ''حد'' استعمال کرنا چاہتا تھا شاید۔

''چلیں۔''

واپسی میں پارسل اس کے ہاتھوں میں پکڑاتے ہوئے وہ بے نیازی سے گاڑی اسٹارٹ کرنے لگا۔ یہ سوچے سمجھے بغیر کہ کسی کا مزاج تو کیا نظامِ ہستی ایک خیال نے درہم برہم کر دیا ہے۔

''تو میں کیا ان کی دوست نہیں بن سکتی۔'' اس کے دل پر بوجھ آپڑا۔ ستم بالائے ستم واپسی پر زین کو اپنی دوست کی یاد ستانے لگی۔ پارسل اس کے لیے بنوائے گئے تھے۔ منہل کو اب پتا چلا۔

''میں نہیں جاؤں گی۔''

''کیوں، اس کے لیے تو یہ چیزیں لی ہیں، دے تو آئیں۔''

''ہاں تو آپ نے لی ہیں، آپ دے آئیں۔ مجھے فورس مت کریں۔'' اس کے اکھڑ لہجے میں عجیب سی ضد تھی۔ زین کو خاموش ہونا پڑا۔

گیٹ پر گاڑی روک کر وہ شاپر لے کر اترا اور گیٹ پر لگا لوہے کا گول دائرہ گھما کر ٹک کی آواز کے ساتھ گیٹ کھولا اور بے تکلفی سے اندر گھستا چلا گیا۔

منہل کے لیے ہر بات دکھ کا باعث بن رہی تھی۔ پہلے آؤٹنگ کے پروگرام میں بدمزگی پھر اسے زبردستی یہاں لے کر آنا۔ اور اسے بیٹھا چھوڑ کر چلے جانا پر سے اتنی بے تکلفی سے اور اب یہ طویل انتظار...... اسے ہر پہلو میں چبھن محسوس ہونے لگی۔

بوندا باندی کے بعد کا حبس، مچھر، مکھیاں اور آتے جاتے لوگ وہ مشکوک بن رہی تھی۔ محلے والے یقیناً زین کی گاڑی پہچانتے ہی ہوں گے۔ چودہ منٹ کے صبر آزما انتظار کے بعد دروازے پر کھٹکا ہوا۔ لیکن دروازے پر نمودار ہونے والا مسکراتا چہرہ اور بھی جی جلانے کا باعث بن گیا۔

''زین تو اس قدر بدتمیز ہیں کہ حد نہیں۔ خود تو اندر چائے پی رہے ہیں اور بتایا تک نہیں کہ آپ باہر گاڑی میں بیٹھی ہیں، اندر کیوں نہیں آئیں؟ آیئے ناں!'' وہ ڈرائیونگ سیٹ کی کھڑکی میں جھک کر بولے گئی۔

''آئی ایم سوری منہل آپ کو بہت کوفت اٹھانی پڑی۔'' منہل کے چہرے پر بھولے سے بھی مسکراہٹ نہیں آسکتی تھی۔

''زین کو بھیجو جلدی۔'' رُبا کی چلتی زبان کو کسی نے فل پاور سے بریک لگایا۔

''اوکے۔'' وہ ایک دم پیچھے ہٹ گئی۔

دو تین منٹ بعد وہ ڈرائیونگ سیٹ پر موجود تھا۔ سنجیدہ چہرہ، بگڑے تیور...... لیکن دوسری طرف بھی جو خاتون موجود تھیں، کسی مڈل کلاس نیم خواندہ گھرانے سے تعلق رکھنے والی عورت نہ تھی کہ مجازی خدا کی پیشانی کی شکن اس کی ہتھیلیاں نم کر دیتی۔

''کیا کرنے بیٹھ گئے تھے جو دس گھنٹے لگا دیے آنے میں۔'' زین چپ رہا۔ اسے اور غصہ آیا۔

''دوشاپر پکڑانے کے لیے تو گیٹ سے اندر جانا بھی ضروری نہیں تھا اور یہاں بیٹھ کر تنہا پارٹی انجوائے کی جا رہی تھی۔''

''اندر نہ آنے کا فیصلہ تمہارا اپنا تھا۔''

''اور چائے کے بہانے آنکھیں سینکنے کا فیصلہ آپ کا اپنا۔''

بدلحاظی کبھی الفاظ کا چناؤ نہیں سکھاتی۔ ہم ایک شہد آگیں بات کو حلق کا کانٹا بھی بنا سکتے ہیں۔ جس کی کڑواہٹ برس، برس کر حلق میں جاتی رہے۔ زبان پر

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

بھی جلتی رہے۔ لیکن نہ اگل سکیں نہ نگلتے بنے۔

زین کے جبڑے بھنچ گئے۔ اس نے فی الفور بحث کا ارادہ ملتوی کر کے گاڑی گھر کی طرف موڑ لی۔ اس کی خاموشی اور جلتی پر تیل کا کام کرتی رہی۔

☆☆☆

ناپسندیدہ بات اور ناگوار قدم کتنے ہی دیو قامت کیوں نہ ہوں۔ صرف پہلی بار مشکل ثابت ہوتے ہیں۔ اس کے بعد جھجک ختم ہو جاتی ہے۔ پردہ سرک جاتا ہے اور بھرم کرچی، کرچی...... جیسے آمنہ ریحان کا بھرم ٹوٹا بالکل اچانک ان کی اپنی بہن کے آگے۔ وہ بڑے فیصلہ کُن انداز میں اپنا پرس اور شال لے کر لاؤنج میں ٹی وی دیکھتے بلال کے پاس آئی تھیں۔

''میں جا رہی ہوں صالحہ کے گھر تمہاری اور ہانیہ کے رشتے کی بات کرنے۔'' ان کی آواز تیز لیکن کھوکھلی سی تھی۔ بلال کے لیے ان کی بات اتنی ہی غیر متوقع تھی۔ جتنی انہوں نے سوچی تھی۔ وہ بے اختیار کھڑا ہو گیا۔

''لیکن کیوں؟ میں آپ کو منع کر چکا ہوں، میں ہانیہ سے شادی نہیں کروں گا۔'' اس کا لہجہ دھیما لیکن مضبوط تھا۔

''جہاں تم چاہتے ہو وہاں تمہاری شادی نہیں ہو سکتی اس لیے بہتر ہے کہ...'' انہوں نے بات ادھوری چھوڑ کر گہری سانس لی۔ اور بازو لپیٹ کر قالین گھورنے لگیں۔

''وجہ پوچھ سکتا ہوں۔''

وہ ہنوز منہ موڑے قالین کا ڈیزائن یاد کرتی رہیں۔

''آپ کے پاس رو بیشہ کو ریجیکٹ کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔''

''تمہارے پاس ہانیہ کو ریجیکٹ کرنے کی وجہ ہے؟'' وہ بھی اسی کے انداز میں بولیں۔ وہ جھنجلا گیا۔

''یہ وجہ کیا کم ہے کہ میں اسے پسند نہیں کرتا۔''

''تو میں بھی رو بیشہ کو پسند نہیں کرتی بس۔'' وہ مسلسل اسے زچ کر رہی تھیں۔

''اُف خدایا!'' اس نے شدید غصے میں ریموٹ پٹخا۔ ''آپ امی! آپ سمجھ کیوں نہیں رہیں زندگی مجھے گزارنی ہے آپ کو نہیں۔'' اس نے بے مروتی کی انتہا کر دی۔

''اور تم کیوں نہیں سمجھتے کہ خاندان والوں کو منہ مجھے دکھانا ہے، تمہیں نہیں۔'' انہوں نے بھی آج ہی سب کہنے کا ارادہ کر لیا تھا۔

''خاندان والے آپ کے لیے میری خوشیوں سے زیادہ اہم ہیں؟''

''ہاں! بالکل ایسے ہی جیسے وہ دو ٹکے کی لڑکی تمہارے لیے ماں سے زیادہ اہم ہے۔''

''میں لعنت بھیجتا ہوں ایسے خاندان والوں پر اور......'' اس نے ہونٹ بھینچ کر خود کو کچھ کہنے سے روکا۔

''اور...... اور کیا...... مجھ پر اپنی ماں پر، بولو...... کہہ دو، ابھی وہ منحوس گھر میں آئی نہیں اور میری اولاد کا یہ حال ہے...... بعد میں تو......''

وہ اسے کچھ بھی بولنے کا موقع دیے بغیر بھڑک سی گئیں۔ وہ نفی میں سر ہلاتا کچھ کہنے کی کوشش میں ناکام ہو کر سر تھام کر صوفے پر گر گیا۔

''ماما!'' شاہ نور نے لاؤنج کے داخلی دروازے میں قدم رکھ کر ان کی بے بھاؤ سناتی آواز کو روکا۔

''کیا ہوا ہے؟ آپ کا اور خالہ کا جھگڑا...''

وہ ابھی، ابھی کہیں باہر سے لوٹی تھی۔ چہرے پر پریشانی اور گھر میں پکنے والی کھچڑی کے پس منظر سے کسی حد تک واقف ہو چکی تھی۔

''خالہ؟ خالہ سے کیوں ہو گا جھگڑا۔ میں تو ابھی ان ہی سے نہیں نمٹی۔''

''تو پھر وہ اتنے خراب موڈ میں کیوں تھیں۔ تیزی سے گیٹ سے نکلیں اور چلی گئیں۔''

بلال ہکا بکا سا سر اٹھا کر دیکھنے لگا۔

''کیا، صالحہ آئی تھی یہاں؟'' انہیں اپنے پیروں سے جان نکلتی ہوئی محسوس ہوئی۔

دوسرا اور آخری حصہ اگلے ماہ

READING Section

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY